قرابت داری کی وجہ سے کامیابی میں نہ بدلی جاسکے گی۔

4۔ کامیاب اور ناکام ہونے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے الگ الگ مقام تیار کر رکھے ہیں۔ کامیاب لوگوں کا مقام جنت ہے۔ یہ ایسی نعمتوں اور ایسے عیش و آرام کی جگہ ہے کہ موجودہ زندگی میں انسان کا تخیل بھی وہاں تک نہ پہنچ پائے۔ ناکام لوگوں کا مقام جہنم ہے۔ یہ ایسے رنج والم اور عذاب و سزا کی جگہ ہے کہ آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ (عقائد وایمانیات کے حوالے سے تفصیل "اسلامی تہذیب و تمدن" کے تحت اسلامی تہذیب کے عوامل کے ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔)

متقین ہی ہدایت پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں: متقین کی علامات وصفات بیان کرنے کے بعد آیت 5 میں واضح فرمایا گیا ہے کہ یہی لوگ اپنے رب کے فضل وکرم سے راہِ راست پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔ یعنی اس راہ کے علاوہ کسی دوسری راہ پر چلنے والے ہرگز راہِ راست پر نہیں، چاہے وہ خود کو بڑے ہی دانا سمجھتے ہوں اور خیال کرتے ہوں کہ وہ صحیح اور سیدھے راستے سے کبھی نہیں بھٹک سکتے اور کامیابی و کامرانی صرف انہی کا مقدر ہے۔ اس لیے کہ ایسا سمجھنے اور خیال کرنے والے دراصل ہدایت اور فلاح کی حقیقت ہی سے واقف نہیں کہ ہدایت دنیوی مال ومنال اور جاہ وحشمت کے حصول کی راہ اور فلاح ان چیزوں کو حاصل کر لینا نہیں، بلکہ درحقیقت ہدایت اللہ کی مرضی ومنشا کو جان کر اس کے مطابق زندگی گزارنے کے بعد حاصل ہونے والے دنیوی اور اخروی انعامات اور رضائے الٰہی ہے اور یہ چیز صرف متقین ہی کو نصیب ہوتی ہے۔

## ۲۔ (البقرہ: آیت 284)

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| لِلّٰہِ | مَا | فِي | السَّمٰوٰتِ | وَمَا | فِي | الْاَرْضِ |
| لیے اللہ | جو | میں | آسمانوں | اور جو | میں | زمین |

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ | اِنْ | تُبْدُوْا | مَا | فِيْٓ | اَنْفُسِكُمْ | اَوْ | تُخْفُوْهُ |
| اور | اگر | تم ظاہر کرو | جو | میں | دلوں تمہارے | یا | تم چھپاؤ اس کو |

جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے ظاہر کرو یا

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| يُحَاسِبْكُمْ | بِهِ | اللّٰهُ ط | فَيَغْفِرُ | لِمَنْ | يَّشَآءُ |
| وہ حساب لے گا تم سے | ساتھ اس کے | اللہ | پس وہ بخش دے گا | لیے جس کے | وہ چاہے گا |

چھپاؤ، اللہ اس کا حساب لے گا۔ پھر وہ جسے چاہے گا معاف کر دے گا۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| وَاللّٰهُ | يَّشَآءُ | مَنْ | يُعَذِّبُ | وَ |
| اور اللہ | وہ چاہے گا | جس کو | عذاب دے گا | اور |

اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ

| | | | |
|---|---|---|---|
| قَدِيْرٌ ○ | شَيْءٍ | كُلِّ | عَلٰى |
| قادر ہے | چیز | ہر | اوپر |

ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح: اس آیت مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اور حاکم مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت اور دستِ تصرف میں ہے۔ جو چیزیں انسانوں پر ظاہر ہیں اور جو ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، وہ سب کو جانتا ہے۔ وہ دلوں میں چھپے ہوئے اور ظاہر تمام اعمال کا حساب لینے والا ہے۔ وہ تمام موجودات پر کلی اختیارات رکھتا ہے۔ جسے چاہے بخش دے جسے چاہے عذاب دے کوئی کسی معاملہ میں اس سے جواب طلبی کر سکتا ہے اور نہ کسی معاملے میں اس کو مجبور کیا جا سکتا ہے۔ اس آیت کے اہم تشریحی نکات درج ذیل ہیں:

**اللہ تعالیٰ کا اقتدار و حاکمیت:** اللہ تعالیٰ کا واحد و یکتا اور قادر و حاکم مطلق ہونا دین اسلام کا اولین اور بنیادی تصور ہے۔ اس تصور کی رو سے یہ کائنات خود بخود وجود میں نہیں آئی بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے امر کن سے پیدا فرمایا ہے۔ وہی اس کا نظام چلا رہا ہے اور جب تک وہ چاہے گا یہ نظام چلتا رہے گا اور جب وہ چاہے گا یہ نظام درہم برہم جائے گا۔ خدا کے علاوہ کوئی دوسری ہستی ایسی نہیں جو کائنات کی تخلیق و انتظام میں اس کی شریکِ کار ہو۔ کائنات کا بے مثال نظم اس کی وحدانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوں تو یہ کائنات ایک لمحے کے لیے بھی قائم نہ رہ سکے۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ (الانبیا 22:21) ''اگر آسمانوں اور زمین میں اللہ کے علاوہ اور خدا ہوتے تو یہ درہم برہم ہو جاتے۔'' خدائے واحد نے یہ کارخانہ وجود عبث اور بے مقصد خلق نہیں کیا۔ ارشاد ہے: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (المومنون 115:23) ''کیا تم گمان کرتے ہوئے کہ یونہی عبث پیدا کر دیے گئے ہو اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔''

یہ کائنات اللہ نے نہایت حکمت اور حق کے ساتھ خلق کی ہے۔ انسان اس کائنات میں شترِ بے مہار نہیں ہے۔ اس کائنات کے خالق نے انسان کو دینی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا ہے اور ایک دن اسے کائنات کے اس خالق و مالک اور حاکم مطلق کے حضور پیش ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ جب

حقیقت یہ ہے تو کسی انسان کو یہ کیسے زیبا کہ وہ یہاں ایسا طرزِ عمل اختیار کرے جو اللہ کی نافرمانی اور بغاوت وسرکشی پر مبنی ہو۔ لہٰذا جو شخص بھی اللہ کے مطلق اقتداء اس کی حاکمیت اس کے کائنات کے خالق و مالک ہونے اور اس کی حق کے ساتھ خاص حکمت و مصلحت کے تحت تخلیق کرنے ایمان رکھتا ہو، وہ اللہ کے حضور سرِ تسلیم خم کر دیتا اور اس کی کامل اطاعت و فرمانبرداری کا رویہ اپنا لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عالم غیب و شہادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم تمام مخلوقات و موجودات کو محیط ہے۔ انسانوں کے لیے کچھ چیزیں ظاہر ہیں اور کچھ پوشیدہ۔ اللہ کے لیے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔ وہ انسانوں کے لحاظ سے ظاہر اور چھپی ہوئی تمام چیزوں کا مکمل علم رکھتا ہے۔ اگر کوئی انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اس کے دل میں چھپے ہوئے خیالات کو کوئی نہیں جانتا تو وہ سخت غلطی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اتنا لطیف و خبیر ہے کہ دل میں چھپی اور آنکھوں کے ذریعہ ہونے والی خیانتیں بھی اس کی نگاہ میں ہوتی ہیں جن سے وہ دل اور آنکھیں رکھنے والا بھی آگاہ نہیں ہوتا۔ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ (المؤمن 19:40) "وہ نگاہوں کی خیانتوں اور دلوں میں چھپے ہوئے بھیدوں کا علم رکھنے والا ہے۔" لہٰذا کسی شخص کو اس غلط فہمی میں نہ رہنا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ چھپا سکتا ہے۔

**احتساب و محاسبہ:** اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے وہ ہر چیز پر احتساب و محاسبہ کا اختیار رکھتا ہے۔ اس کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا کہ فلاں چیز کا حساب لے اور فلاں کا نہ لے۔ جو شخص دل میں برے خیالات رکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس پر اس سے اس باز پرس نہیں ہو سکتی وہ بہت بڑی نادانی اور جہالت میں مبتلا ہے۔ وہ اپنے دل میں چھپے برے خیالات کو ظاہر کرے یا چھپائے ہر دو صورتوں میں اللہ کے حضور جوابدہ ہونا پڑے گا۔ بنابریں ایک سلیم الفطرت، نیک اور خدا ترس انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے خیالات اور جذبات صاف ستھرے اور پاکیزہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ کو مقتدرِ اعلیٰ، حاکمِ مطلق، عالمِ غیب و شہادت ماننے والا اور اس کے محاسبے اور باز پرس کا خوف رکھنے والا اس بات کی پوری کوشش کرتا ہے کہ اس کا باطن رذیل اور گندے اور انسانیت کے لیے تباہی و نقصان کا موجب خیالات و جذبات سے پاک رہے اور وہ اللہ کے حضور اس حال میں پیش ہو کہ اس کا آئینہ صاف و مشفی ہو۔ اللہ جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے۔ اللہ جس طرح ہر چھپی و ظاہر چیز کو جانتا اور اس پر محاسبہ کا اختیار رکھتا ہے، ایسے ہی وہ بندوں کو معاف کر دینے اور ان کو سزا دینے کا بھی اس کے پاس پورا اختیار ہے لیکن وہ حکیم و دانا، رحمان و رحیم اور کریم و عادل ہے، وہ کسی انسان کو بلاوجہ سزا نہیں دیتا اور نہ ہی کسی انسان پر وہ بوجھ ڈالتا ہے جس کے اٹھانے کی اس کو طاقت عطا نہیں ہوئی۔ ارشادِ خداوندی ہے: مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ.

(النساء4: 147)"اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔" لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا. (البقرہ2: 286)"اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی استطاعت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔" چنانچہ اگر دلوں میں یونہی وسوسے اور خیالات آ جائیں گے مگر آدمی ان کو جھٹک دے اور ان کے مطابق عمل نہ کرے یا دل کے ایسے خیالات و اعتقادات جو نا قابلِ معافی جرائم مثلاً شرک وغیرہ سے عبارت نہ ہوں، ان پر امید کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ درگزر فرمائے گا لیکن اگر کوئی شخص اللہ کی وحدانیت ہی کو دل سے نہ مانے اور مشرکانہ و کافرانہ عقائد رکھتا ہو تو کوئی معافی نہ ہوگی۔

جب زیرِ نظر آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام نہایت پریشان ہوئے کہ دلوں کی ہر بات پر حساب لیا گیا تو یہ انتہائی مشکل امر ہوگا کہ دلوں کے خیالات پر تو انسان کو اختیار نہیں۔ انہوں نے بارگاہ نبوی میں اپنی پریشانی کا ذکر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم یہود و نصاریٰ کی طرح یہ مت کہو کہ سمعنا و عصینا یعنی ہم نے سنا لیکن مانا نہیں، بلکہ تم کہو سمعنا و اطعنا اے پروردگار ہم نے سنا اور اطاعت کی۔" صحابہ کرام نے ارشادِ نبوی کی تعمیل کی اور اللہ کے حضور اپنی خطاؤں کی معافی کے خواستگار ہوئے تو اللہ نے ان کی عرضداشت کو قبول فرماتے ہوئے واضح فرمایا کہ جو چیزیں آدمی کے اختیار میں نہیں ان پر اللہ مواخذہ نہیں فرمائے گا۔ تاہم ایک مومن کا شیوہ یہی ہونا چاہیے کہ وہ نہ صرف برے اعمال سے بچے بلکہ برے خیالات سے بھی بچے مگر چونکہ دل کے وسوسوں پر آدمی کو اختیار نہیں اس لیے اگر ایسے وسوسے آئیں تو ان کو جھٹک دے اور دل میں جگہ نہ دے لیکن اس پر بھی ہر لحظہ اللہ رب العزت سے معافی و بخشش کا طلب گار رہے تا کہ وہ اپنے خصوصی کرم سے اس کی غلطیوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے۔

## ۳۔ (البقرہ: آیت 285)

| اٰمَنَ | الرَّسُوْلُ | بِمَآ | اُنْزِلَ | اِلَیْهِ | مِنْ |
|---|---|---|---|---|---|
| ایمان لایا | رسول | ساتھ جو | نازل کی گئی | طرف اس کی | سے |

ایمان لائے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مومنین اس کتاب پر جو ان پر

| رَّبِّهٖ | وَ الْمُؤْمِنُوْنَ | كُلٌّ | اٰمَنَ | بِاللّٰهِ | وَ |
|---|---|---|---|---|---|
| رب اس کا | اور مومنین | سب | ایمان لائے | ساتھ اللہ | اور |

ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی۔ ان سب نے دل سے مان لیا اللہ کو،

| مَلٰٓئِکَتِہٖ | وَ کُتُبِہٖ | وَ رُسُلِہٖ | لَا نُفَرِّقُ | بَیْنَ | اَحَدٍ |
|---|---|---|---|---|---|
| فرشتے اس کے | اور کتابیں اس کی | اور رسول اس کے | نہیں ہم فرق کرتے | درمیان | کسی ایک |

اس کے فرشتوں کو، اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو (یہ کہتے ہیں) ہم اس کے رسولوں میں کچھ فرق

| مِّنْ | رُّسُلِہٖ | وَ قَالُوْا | سَمِعْنَا | وَ اَطَعْنَا |
|---|---|---|---|---|
| سے | رسول اس کے | اور انہوں نے کہا | سنا ہم نے | اور اطاعت کی ہم نے |

نہیں کرتے نیز عرض کرتے ہیں: ہم نے سنا اور اطاعت قبول کی۔

| غُفْرَانَکَ | رَبَّنَا | وَ اِلَیْکَ | الْمَصِیْرُ o |
|---|---|---|---|
| بخشش تیری | اے رب ہمارے | اور طرف تیری | لوٹنا |

اے ہمارے پروردگار! ہم تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تیری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔

**تشریح:** اس آیت میں اسلام کے بنیادی عقائد یا اجزائے ایمان کا اجمالی تذکرہ کیا گیا ہے۔ مومنین کے ایمان کی تصدیق کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسولوں میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ اے ہمارے رب! ہم تیرے مطیع و فرمانبردار ہیں تو ہمیں معاف فرمادے، ہم کو تیرے حضور ہی حاضر ہونا ہے۔ اس آیت کے اہم تشریحی نکات حسب ذیل ہیں:

**اسلام کے بنیادی عقائد کا اقرار:** اللہ تعالیٰ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت پر ایمان مسلمان ہونے کی اولین شرط ہے۔ سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات میں واضح کیا گیا تھا کہ اس کتاب سے وہی لوگ ہدایت حاصل کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ، ملائکہ، وحی اور جنت و دوزخ اور قرآن پاک اور اس سے پہلے نازل شدہ کتابوں اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں۔ زیرِ نظر آیت اور اس کے بعد والی آیت سورہ بقرہ کی آخری آیتیں ہیں۔ یہاں ایک طرف تو سورہ کے شروع میں بیان کردہ اساسی اسلامی عقائد کو پھر سے اجمالاً بیان کیا جا رہا اور دوسری طرف ان اہلِ ایمان کے ایمان کی تصدیق و تحسین فرمائی جا رہی ہے جو حضور کے ارشاد کی تعمیل میں اپنی زبانوں سے مذکورہ الفاظ ادا کرنے لگ گئے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ زیرِ نظر آیت صحابہ کرام کی مدح میں نازل ہوئی اور یہ وہی الفاظ ہیں جو دراصل اللہ کے حضور سمع و اطاعت کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیے گئے حکم کی تعمیل میں خود بخود صحابہ کی زبانوں پر چڑھ گئے تھے۔

**تمام انبیا پر بلا تفریق ایمان:** کوئی شخص اس وقت مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا جب تک وہ

تمام انبیا پر بلا تفریق ایمان نہ لائے۔ تمام انبیا پر بلا تفریق ایمان کا مطلب یہ ہے کہ سب نبیوں اور رسولوں کی نبوت و رسالت کو تسلیم کیا جائے اور ان کے فرستادۂ خداوندی، سچے اور معصوم وغیرہ ہونے کے اعتبار سے ان میں باہم کوئی فرق روا نہ رکھا جائے۔ اللہ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے جتنے بھی انبیاء و رسل بھیجے ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار سب کے انکار کے مترادف ہے۔ جو لوگ بعض نبیوں کو مانتے اور بعض کا انکار کرتے ہیں وہ قرآن حکیم کی رو سے پکے کافر ہیں اور ان کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّ نَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ وَّ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ۙ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ حَقًّا ۚ وَ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّہِیۡنًا (النساء: 151-150) "بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی درمیانی راہ نکال لیں، یہ لوگ پکے کافر ہیں اور ان کے لیے ہم نے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔" یہود حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کا انکار کرتے اور عیسائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں جبکہ مسلمان سب نبیوں پر ایمان لاتے اور سب کا دل سے احترام کرتے ہیں۔

**سمع وطاعت:** یہودیوں کو جب اللہ کا حکم ملا تو وہ کہنے لگے: **سمعنا و عصینا** "ہم نے سنا لیکن مانا نہیں۔" لیکن مسلمانوں کو حکم ہوا کہ وہ شیوۂ تسلیم و رضا اختیار کرتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوں: **سمعنا و اطعنا** "ہم نے سنا اور سر تسلیم خم کر لیا۔" چنانچہ صحابہ کرام نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور ان کی زبانوں پر مذکورہ الفاظ جاری ہو گئے۔ گویا مومنین کا رویہ سمع وطاعت یعنی سننا اور مان لینا ہے۔ اللہ کا حکم سن کر انکار کا رویہ وہی لوگ اختیار کرتے ہیں جو صاحب ایمان نہیں۔

**رجوع الی اللہ:** مومنین نہ صرف حکمِ الٰہی سن کر اپنے سر جھکاتے ہیں بلکہ ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ انہیں یہ احساس دامن گیر رہتا ہے کہ ان سے اطاعت و فرمانبرداری میں کوئی کمی و کوتاہی نہ رہ گئی ہو۔ وہ اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم تجھ سے معافی کے طلبگار ہیں، تو ہماری خطاؤں سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا تو ہماری بدنصیبی کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا۔ یوں مومنین کسی وقت بھی اللہ اور اس کے حضور حاضری کے خیال سے غافل نہیں رہتے اور ہمیشہ اس سے لو لگائے رکھتے ہیں۔

## ۴۔ (البقرہ: آیت 286)

| لَا | يُكَلِّفُ | اللّٰهُ | نَفْسًا | اِلَّا | وُسْعَهَا | لَهَا |
|---|---|---|---|---|---|---|
| نہیں | تکلیف دیتا | اللہ | کسی کو | مگر | وسعت اس کی | لیے اس کے |

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی استطاعت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا

| مَا | كَسَبَتْ | وَ | عَلَيْهَا | مَا اكْتَسَبَتْ | رَبَّنَا | لَا |
|---|---|---|---|---|---|---|
| جو | کمایا اس نے | اور | اوپر اس کے | جو کمایا اس نے | اے رب ہمارے | نہ |

اس نے جو (نیک کام) کیا اس کا اجر پائے گا اور جو (برا عمل) کیا اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔

| تُؤَاخِذْنَآ | اِنْ | نَّسِيْنَآ | اَوْ | اَخْطَاْنَا | رَبَّنَا | وَ لَا تَحْمِلْ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| تو پکڑ ہم کو | اگر | بھول گئے ہم | یا | خطا کی ہم نے | اے رب ہمارے | اور نہ لاد |

اے ہمارے رب! اگر ہم بھول یا چوک جائیں تو ہم پر گرفت نہ فرما اور

| عَلَيْنَآ | اِصْرًا | كَمَا | حَمَلْتَهٗ | عَلَى | الَّذِيْنَ | مِنْ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| اوپر ہمارے | بوجھ | جیسے | لادا تو نے | اوپر | جو لوگ | سے |

ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا ہے

| قَبْلِنَا | رَبَّنَا | وَ لَا | تُحَمِّلْنَا | مَا لَا | طَاقَةَ | لَنَا |
|---|---|---|---|---|---|---|
| پہلے ہمارے | اے رب ہمارے | اور نہ | اٹھوا ہم سے | جو نہیں | طاقت | لیے ہمارے |

اور ہم سے وہ بار نہ اٹھوا جس کی ہم میں طاقت نہیں

| بِهٖ | وَاعْفُ | عَنَّا | وَ اغْفِرْلَنَا | وَ ارْحَمْنَا | اَنْتَ | مَوْلٰنَا |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ساتھ اس کے | اور معاف کر | سے ہم | اور بخش ہم کو | اور رحم کر ہم پر | تو | آقا ہمارا |

اور ہمیں معاف فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا (حقیقی) کارساز ہے

| فَانْصُرْنَا | عَلَى | الْقَوْمِ | الْكٰفِرِيْنَ٥ |
|---|---|---|---|
| پس مدد کر ہماری | اوپر | قوم | کافر |

پس کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

تشریح: اس آیت میں واضح کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں پر ان کی اہمیت و طاقت سے بڑھ کر بوجھ

نہیں ڈالتا۔ ہر آدمی کو اس کے کیے کا بدلہ ملے گا۔ مسلمانوں کو اللہ کے حضور اپنے لیے آسانیوں اور بخشش و مغفرت کی دعا سکھائی گئی ہے۔ اس آیت کے اہم تشریحی نکات درج ذیل ہیں:

**اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا:** یہ شریعتِ اسلامیہ کا ایک نہایت اہم اصول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جو کام کرنے کا حکم دیا ہے یا جن کاموں سے منع کیا ہے ان میں ہر جگہ اس اصول کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ایسی ذمہ داری جس کو ادا کرنا آدمی کی وسعت و طاقت سے باہر ہو، اس پر ہرگز نہیں ڈالی جاتی۔ اسی بنا پر شریعت نے معذور و مجبور افراد کو بہت سی رخصتیں عطا کی ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص بیمار ہو اور رمضان کے روزے نہ رکھ سکتا ہو تو اسے روزے موخر کرنے کی رخصت دی گئی۔ اگر وضو نہ ہو سکتا ہو تو تیمم کرنے کی اجازت دی گئی۔ دل کے وہ برے خیالات جو بے اختیار دل میں آ جائیں لیکن آدمی ان پر عمل نہ کرے یا وہ اس کا پختہ عقیدہ نہ بنیں تو وہ قابلِ مواخذہ نہیں۔ الغرض ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو آسانی فراہم کی ہے اور مشکل میں پڑنے سے بچایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ. (البقرہ 185:2) ''اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہیں تنگی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔''

اسلام کو دینِ فطرت اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے تمام احکام فطرتِ انسانی کے مطابق ہیں۔ اسلام کا کوئی مطالبہ ایسا نہیں جو انسان کی بساط میں نہ ہو۔ تاہم یہ فیصلہ کرنا کہ کون سا مطالبہ آدمی کی ہمت سے بڑھ کر ہے، انسان کا اپنا کام نہیں۔ انسان کا خالق ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سا مطالبہ کس وقت اور کس انسان کی بساط سے باہر ہے اور اسی لحاظ سے وہ بعض اوقات بعض انسانوں کو بعض رخصتیں عطا فرما دیتا ہے۔

**ہر شخص اپنے کیے کا خود ہی ذمہ دار ہے:** اسلام کی رو سے ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ کسی ایک شخص کا گناہ دوسرے پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سولی چڑھ کر تمام لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔ لہٰذا عیسائی عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ کو ماننا تمام گناہوں سے چھٹکارے کا سبب بن جاتا ہے۔ بنی اسرائیل خود کو اللہ کی لاڈلی اور چہیتی قوم سمجھتے اور کہتے کہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ. (المائدہ 18:5) ''ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ ہمیں دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔ بالفرض اگر ہمیں دوزخ میں جانا پڑ بھی گیا تو چند روز بعد نجات مل جائے گی۔ الفاظِ قرآنی ہیں: وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (البقرہ 80:2) ''وہ کہتے کہ ہمیں دوزخ کی آگ ہرگز نہ چھوئے گی مگر چند دن۔'' لیکن اسلام نے اس طرح کے سب عقائد و خیالات کو باطل ٹھہراتے ہوئے واضح کیا کہ ہر آدمی کو اس کے اپنے عمل کا صلہ ملے

گا۔ اس کی نیکی کسی دوسرے کے گناہ کی وجہ سے اکارت نہیں ہوگی اور اس کا گناہ کسی دوسرے کی نیکی کی بنا پر معاف نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کردار و عمل کی آزادی عطا فرمائی ہے۔ اس آزادی کی بنا پر وہ جو عمل بھی کرے اس کے لیے وہ جوابدہ ہے۔ لہٰذا یہ بہت بڑی خودفریبی ہے کہ آدمی دوسروں کے بخشوا دینے کے عقیدہ پر گناہ کیے جائے۔

**بھول چوک کی معافی کی دعا:** بندوں پر یہ اللہ کی بڑی عنایت اور مہربانی ہے کہ وہ ان سے ان غلطیوں اور خطاؤں پر مواخذہ نہیں فرماتا جو ان سے بھول چوک کر یا مجبور اً سرزد ہو جائیں۔ ارشادِ نبوی ہے: **رُفِعَ عَنْ اُمَّتِیْ الْخَطَأُ وَ النِّسْیَانَ وَمَا اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ.** (ابن ماجہ) ''میری امت کو معاف کیا گیا ہے ان گناہوں پر جو بھول چوک کر ہو جائیں یا جن پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔'' تاہم بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور ان غلطیوں اور خطاؤں پر اللہ سے معافی کا خواستگار رہے جو اس سے بھول چوک کر یا نادانی میں یا کسی کے مجبور کرنے پر سرزد ہو گئی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو انسان اللہ کے حضور اپنی غلطیوں اور خطاؤں کے لیے معافی کا طلبگار نہیں ہوتا، وہ اس کا بندہ و غلام نہیں، باغی و سرکش ہے اور اللہ تعالیٰ کسی باغی و سرکش اور مغرور متکبر کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ وہ انہی لوگوں کو پسند کرتا ہے جو انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ دعا کرتے رہتے ہیں کہ بارِ الٰہ! ہم خطا کار و سیہ کار ہیں تو اپنے خصوصی فضل و کرم سے ہماری خطائیں معاف فرما اور ہمیں اپنے مواخذہ سے محفوظ رکھ۔

**آسانی و سہولت کی دعا:** اگرچہ اللہ کی راہ میں ابتلائیں اور آزمائشیں آتی رہتی ہیں اور مومنین سے کہا گیا ہے کہ وہ ان آزمائشوں میں صبر و قناعت کا دامن تھامے رکھیں۔ تاہم مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے رب سے ہمیشہ سہولت و آسانی کے لیے دست بدعا رہیں کہ اے پروردگار! وہ مصائب و سختیاں اور وہ مشکلیں جو پہلے لوگوں کو اٹھانا پڑیں۔ ان سے ہم کو محفوظ رکھ۔ ہم پر اتنا ہی بوجھ ڈال جتنا ہم اٹھا سکیں۔ اسلام سہل اور آسان دین ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو کاموں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کو کہا جاتا تو آپ ہمیشہ آسان کو اختیار کرتے۔ حکام اور مبلغین کے لیے حضور کی ہدایت ہے کہ **یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا** ''آسانی پیدا کرو تنگی پیدا نہ کرو۔'' قرآن حکیم کی رو سے آپ کے خصائص میں سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ آپ لوگوں کو ان بیڑیوں اور بندھنوں سے نجات دلاتے ہیں جن میں لوگ جکڑے ہوئے تھے اور وہ بوجھ اتارتے ہیں جو ان پر پڑا ہوا تھا ارشاد ہے: **وَ یَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ** (الاعراف 157:7) ''اور وہ [یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم] ان پر پڑے ہوئے بوجھ اور بیڑیاں اتارتے ہیں۔'' پہلی امتوں کی نافرمانیوں اور غلطیوں کی بنا پر ان کو بعض نہایت سخت شرعی

احکام دیے گئے اور بہت سی چیزیں ان پر حرام کر دی گئیں لیکن امتِ محمدیہ علیہ تحتہ والثنا کو اللہ تعالیٰ نے ایسے بہت سے سخت احکام سے محفوظ رکھا اور بہت سی ایسی چیزیں اس پر حلال کر دی گئیں جو پہلی امتوں کے لیے حلال نہ تھیں۔

**عفو و درگزر اور رحم کی دعا:** مومنین کا یہ شیوہ نہ ہونا چاہیے کہ وہ کبھی بھی اپنی نیکی و بھلائی اور عظمت کے زعم میں مبتلا نہ ہوں ان کو کبھی یہ خیال بھی گزرے کہ ان کے کردار و عمل کے بل پر دنیوی یا اخروی کامیابی ان کا مقدر ہے بلکہ اپنے خالق و مالک کے آگے ہر گھڑی لرزاں و ترساں رہیں کہ مالک! ہم کچھ بھی نہیں ہمارا کردار و عمل کسی قابل ہی نہیں، ہماری بندگی کسی شمار میں ہی نہیں، ہاں تیری ذات بڑی بے نیاز ہے، تو معاف کرنے والا، درگزر فرمانے والا، بے پایاں رحم و کرم کرنے والا اور بگڑی بنانے والا ہے، ہمیں اپنی خصوصی بخشش و مغفرت سے نواز، ہمیں اپنی رحمتِ خاص کے سائے میں لے اور ہمیں دنیا و آخرت دونوں جہاں میں کامیابی سے ہمکنار کر۔

**کافروں پر فتح و نصرت کی دعا:** بندۂ مومن کافروں کے مقابلہ میں اپنی طاقت و برتری کے گھمنڈ میں مبتلا ہوتا ہے اور نہ ہی دشمن کی طاقت کے مقابلہ میں مایوس و پژمردہ۔ اس کا بھروسہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ اگر اللہ مدد نہ فرمائے اپنی تو بڑی سے بڑی ظاہری طاقت کے باوجود فتح ممکن نہیں اور اگر اللہ کی مدد شاملِ حال ہو تو دشمن کے مقابلہ میں عددی کمی اور حربی کمزوری کے باوجود فتح و کامرانی اہلِ ایمان ہی کے قدم چومتی ہے۔ اس لیے مومن ہر حال میں اللہ کی مدد و نصرت کا طلب گار رہتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اہلِ ایمان اللہ کی مدد و نصرت کے بھروسے پر اپنے سے کئی گنا بھاری دشمن سے ٹکراتے اور اسے شکست و ہزیمت سے دوچار کرتے رہے۔

**مذکورہ دعاؤں کے فضائل و ثمرات:** سورہ بقرہ کے آخر میں موجود یہ دعائیں نہایت خوبصورت اور محبت آگیں ہیں۔ پروردگارِ عالم خود اپنے بندوں کو اپنے حضور دستِ طلب دراز کرنے اور سراپا عجز و نیاز ہو کر اس کی بخشش و رحمت، عفو و کرم اور مدد و نصرت کے حصول کا طریقہ و سلیقہ سکھا رہا ہے۔ آقا غلاموں کو مانگنے کی جو ادا سکھائے وہ اسی ادا سے مانگیں تو آقا کیوں عطا نہ کرے گا۔ یوں اللہ نے یہ دعائیں کیا سکھائیں اپنی رحمتوں اور عنایتوں کے خزانوں کے منہ کھول دیے۔ جبھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اُوتِيتُ هٰذِهِ الْآيَاتِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ لَمْ يُؤْتَهُنَّ نَبِيٌّ قَبْلِي. ''سورہ بقرہ کی یہ آخری آیتیں مجھے عرشِ الٰہی کے نیچے (موجود رحمت و فضلِ ربانی کے) خزانے سے عطا ہوئی ہیں اور یہ مجھ سے قبل کسی نبی کو عطا نہیں فرمائی گئیں۔'' بعض روایات کے مطابق عشا

کے بعد سورہ بقرہ کی آخری آیات کی تلاوت کرنا رات بھر قیام کے برابر ہے۔ ان حسین و دلنشیں دعائیہ کلمات کے ثمرات و نتائج بھی ظاہر و باہر ہیں۔ صحابہ کرام نے کمال تذلل و انکساری سے اللہ کے حضور یہ دعائیں کیں تو اللہ نے ان کو ساری چیزیں عنایت فرمادیں اور دنیا و آخرت میں کامیابی سے ہمکنار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے بندوں کی ان دعاؤں کو شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے،۔ بشرطیکہ وہ کامل ایمان و یقین اور مکمل اطاعت و فرمانبرداری کا رویہ اختیار کریں۔